نہیں جاسکیں گے تاہم جزوی کامیابی بھی دہشت گرد کارروائیوں کے لیے فراہم کیے جانے والے سرمائے کے سوتے بڑی حد تک خشک کرسکتی ہے۔

[سڈنی وینتراب، آسٹن میں یونیورسٹی آف ٹیکساس میں ڈین رسک پروفیسر امریطس ھیں۔]

مجاہدین سے ملاقات

جیسیکاسٹرن*

تلخیص: ڈاکٹر فخرالاسلام

گزشتہ جون کے مہینے میں مجھے لاہور کے ایک انتہا پسند مذہبی سکول (مدرسے) جامعہ منظور الاسلامیہ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ پاکستان ایک غریب ملک ہے اور یکے بعد دیگرے بدعنوان حکومتوں نے اس کی حالت مزید ابتر کردی ہے۔ اکثر دیہاتی علاقوں میں مفت سرکاری سکول میسر نہیں۔ دوسری طرف دینی مدارس میں غریب طبقے کے بچوں کو تعلیم، خوراک اور رہائش کی مفت سہولتیں فراہم کی جاتی ہے اور اس طرح یہ مدارس ایک بنیادی اور اہم ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہزاروں مدارس ہیں جہاں زیر تعلیم طلباء عام طور پر قرآن سیکھتے ہیں۔ مغرب جدید معاشرے میں رہنے کے لیے جن مضامین کو ضروری خیال کرتا ہے (ریاضی، سائنس اور ادب) وہ یہاں نہیں پڑھائے جاتے یا بہت کم پڑھائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے مدارس جہاد کی تبلیغ کرتے ہیں۔ پاکستانی حکام کے مطابق ۱۰ تا ۱۵ فیصد مدرسے انتہا پسندانہ نظریات کے حامل ہیں۔

جامعہ منظورالاسلامیہ کے مہتمم پیر سعید اللہ خالد ہیں۔ انہوں نے ایک بڑے کمرے میں مجھ سے ملاقات کی جس میں کتب کی الماریاں رکھی گئی تھیں لیکن ان میں کتابیں موجود نہ تھیں۔ اس مدرسے میں ۴۵۰ طلبہ اقامتی ہیں جبکہ ۱۰۰ طلبہ قرب و جوار سے روزانہ آتے ہیں۔ پیر خالد نے بتایا کہ ان طلباء کی اکثریت ان غریب گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے جو ان کے تعلیمی اخراجات پورے نہیں کر سکتے ہیں۔ میں نے پیر خالد سے پوچھا کہ وہ کس طرح اس مدرسے کے سربراہ بنے؟ انہوں نے کہا کہ وہ بھی ایک مدرسے کے پڑھے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان کی پسندیدہ کتاب کون سی ہے؟ انہوں نے جواب

* Jessica Stern, "Meeting with the Muj", *Bullatin of the Atomic Scientists*, Jan/Feb 2001, pp. 42-50

دیا ''قرآن بہترین ناول ہے''۔ میں نے ان سے مقبول صوفی گلوکار نصرت فتح علی خان کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ انہیں جانتے ہیں، تو انہوں نے کہا ''مجھے موسیقی کی ضرورت نہیں، موسیقی ان کی ضرورت ہے جو اس کے دلدادہ ہیں''۔ پھر میں نے سائنس کے حوالے سے سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا وہ البرٹ آئن سٹائن کو جانتے ہیں؟ اس سوال کا طویل جواب دیتے ہوئے آپ نے کہا ''نہیں مجھے سائنس کی کوئی ضرورت نہیں، میں تمہیں بیٹی کی طرح سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ تم سائنس کا بہت زیادہ یقین رکھتی ہو۔ سائنس ایک حقیر چیز کو قیمتی بناتی ہے جیسے دھات سے ہوائی جہاز۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہیں بھی قیمتی بننا چاہیے؟ انسان کے قیمتی بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ہستی کے اصولوں کی اتباع کرے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ انسان جہاد سے بیش قیمت بن سکتا ہے۔ موت کا علم کسی کو نہیں اس لیے تمہیں اسلام کی طرف سفر کا جلد از جلد آغاز کرنا چاہیے''۔

میں پیر خالد کے مدرسے میں دو ایسے طلباء سے بھی ملی جو مجاہدین کے بجائے ڈاکٹر بننا چاہتے تھے ان کی خواہش پر پیر خالد بوکھلا کر کہنے لگے ''انہیں یہاں آئے ہوئے ابھی چند مہینے ہوئے ہیں۔ جب میں سال بھر کے لیے ان پر کام کروں گا تو یہ بھی مجاہدین بننا پسند کریں گے''۔ مجھے پیر صاحب کی بات کا مکمل یقین ہے کیونکہ جس رعب اور دبدبے کے وہ مالک ہیں یہ بے چارے طلباء ان کی رضا کی خاطر سب کچھ کریں گے۔

اگرچہ بعض مدارس کا دعویٰ ہے کہ وہ جامعہ منظور الاسلامیہ کے مقابلے میں وسیع تر نصاب پڑھا رہے ہیں لیکن ان کے اساتذہ کو بمشکل تعلیم یافتہ کہا جا سکتا ہے۔ ایک اور مدرسے میں ایک استاد جس سے میں نے انٹرویو کیا وہ ریاضی میں جمع تو کر سکتے تھے لیکن ۷ کو ۸ سے ضرب نہ دے سکے۔ کئی عشرے پہلے پاکستان کے مشہور مذہبی سکالر اور جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے خالص مذہبی بنیادوں پر دی جانے والی تعلیم کے منفی مضمرات سے لوگوں کو متنبہ کیا تھا۔ آپ نے کہا تھا ''جو لوگ تعلیم کے صرف مذہبی پہلو کا انتخاب کرتے ہیں وہ دنیاوی مضامین سے از خود ناواقف ہو رہے ہیں یوں وہ لوگوں کو درپیش جدید سیاسی مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر ہیں''۔

ہر چند کے مودودی کے یہ مشاہدات مجھے معقول لگ رہے تھے لیکن کئی مدارس کے سربراہوں نے

مجھے ٹوکتے ہوئے صرف سائنس اور ریاضی پر مبنی میرے مشاہدات سے اتفاق نہیں کیا۔ دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پاکستان میں جو لوگ مدارس کے نصاب میں وسعت کی بات کرتے ہیں وہ مغرب کے ساتھ محض ایک ''سفارتی کھیل کھیل رہے ہیں''۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکہ نے ہماری فوج کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ہماری فوج اسلامی ہے اور وہ مدارس کی وفادار ہے۔ انہوں نے کہا ''یہ پہلا موقع ہے کہ میں کسی غیر ملکی کے سامنے سچ کو طشت از بام کر رہا ہوں''۔

رسد کی لکیر (supply line)

پر تشدد مذہبی انتہا پسندی پر تحقیق کے سلسلے میں گزشتہ دو سال کے دوران میں نے دنیا بھر کے عیسائی، یہودی، ہندو اور مسلم مسلح گروہوں سے انٹرویو کیے ہیں۔ پچھلے جون کو میں جنوبی ایشیا آئی تاکہ پاکستانی مقبوضہ اور بھارتی مقبوضہ کشمیر کے درمیان خون ریز کنٹرول لائن کو دیکھ سکوں۔ میرا ارادہ تھا کہ مجاہدین سے ملاقات کر کے ان سے پاکستانی مدارس کے بارے میں معلوم کر سکوں۔ یہ مدرسے کب سے ایسے لڑکوں کو تیار کرتے ہیں جو خدا کے نام پر موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔

میں نے کشمیر میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے ''شہداء'' کے خاندانوں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ گزشتہ دو سال کے دوران میں مجاہدین سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں کہ وہ کیا عوامل ہیں جو انہیں بظاہر ہارتی ہوئی جنگ میں توپوں کا چارہ بنا رہے ہیں؟

پاکستان کی سنی فرقہ پرست تنظیم سپاہ صحابہ کے رہنما مجیب الرحمٰن انقلابی نے کہا ہے کہ ''آخر کار امریکہ نے یہ معلوم کر ہی لیا کہ یہ مدارس جہاد کے اڈے ہیں تب ہی تو وہ پاکستان پر ان مدارس کو بند کرنے کا دباؤ بڑھا رہا ہے لیکن اس سے کام نہیں چلے گا''۔

انہوں نے کہا کہ ''مدارس جہاد کے لیے رسد کی لکیر ہیں۔ جہاں بھی ریاست مدارس پر قابو پا لیتی ہے، جیسے مصر اور اُردن میں، وہاں جہاد کی آواز خاموش ہو جاتی ہے۔ پاکستان اور افغانستان وہ ممالک ہیں جہاں مدارس میں جہاد کی تبلیغ ممکن ہے۔ امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ اور ایمل کانسی کا سی آئی اے کے صدر دفتر پر ہلہ بول دینا امریکہ کی اس پالیسی کا ردعمل ہے جو وہ پوری دنیا پر اپنا عالمی نظام مسلط کرنا چاہتا

ہے۔ امریکہ جہاد کو ختم کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی اس کوشش سے دہشت گردی مزید بڑھے گی۔ ہم غیر ملکیوں کو بھی اس مقصد کے لیے تربیت دے رہے ہیں کہ وہ اپنے ممالک میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے جہاد برپا کریں۔ ہم اپنے نصاب میں تبدیلی کر کے امریکہ کی خواہش کبھی پوری نہیں کریں گے''۔

بیٹوں کا عطیہ

جن گھروں کے بیٹے شہید ہو جاتے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے؟ اکثر ماؤں نے مجھے بتایا کہ انہیں اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو جہاد کے لیے وقف کر دیا۔ اس لیے کہ ان کے بیٹے اگلے جہاں میں ان کے کام آئیں گے جو اصل زندگی ہے۔ ایک شہید کے والد قربان حسین نے کہا:

''جو اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہوتا ہے اور جنت میں اپنے خاندان کے ستر افراد کے لیے جگہ حاصل کرتا ہے''۔

جن خاندانوں کے بچے شہید ہو جاتے ہیں وہ معزز بن جاتے ہیں۔ قربان حسین نے کہا ''اب تو ہر کوئی میری عزت کرتا ہے کہ میں ایک شہید کا باپ ہوں۔ جب کسی گاؤں میں کوئی شہید ہوتا ہے تو اس سے دیگر والدین کو حوصلہ ملتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو جہاد میں شامل کراتے ہیں۔ یوں پورے گاؤں میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے''۔

شہداء کے خاندانوں کی کفالت کے لیے تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک تنظیم شہدائے اسلام فاؤنڈیشن کو جماعت اسلامی نے قائم کیا۔ اس تنظیم کا دعویٰ ہے کہ ۱۹۹۵ء سے لے کر اب تک اس نے پاکستان میں ۱۳ ملین روپے خرچ کیے ہیں۔

میں ایک خاندان سے ملنے ایک ایسے علاقے میں گئی جہاں نکاس کی نالیاں کھلی تھیں لیکن سیمنٹ سے بنا ہوا نیا مکان فاؤنڈیشن کی مدد سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس سے قبل یہ مکان گارے سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی پر مشتمل تھا۔ اس گھر کا ایک فرزند ظفر اقبال جب کشمیر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوا تو فاؤنڈیشن نے نہ صرف یہ کہ اس کے والد حبیب اقبال کا کافی سارا قرض ادا کیا بلکہ شہید کے والد کے لیے کاروبار کا انتظام بھی کیا۔ اب گاؤں میں ان کی اپنی دو دکانیں ہیں۔

ہے۔ امریکہ جہاد کو ختم کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی اس کوشش سے دہشت گردی مزید بڑھے گی۔ ہم غیر ملکیوں کو بھی اس مقصد کے لیے تربیت دے رہے ہیں کہ وہ اپنے ممالک میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے جہاد برپا کریں۔ ہم اپنے نصاب میں تبدیلی کر کے امریکہ کی خواہش کبھی پوری نہیں کریں گے''۔

بیٹوں کا عطیہ

جن گھروں کے بیٹے شہید ہو جاتے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے؟ اکثر ماؤں نے مجھے بتایا کہ انہیں اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو جہاد کے لیے وقف کر دیا۔ اس لیے کہ ان کے بیٹے اگلے جہاں میں ان کے کام آئیں گے جو اصل زندگی ہے۔ ایک شہید کے والد قربان حسین نے کہا:

> ''جو اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہوتا ہے اور جنت میں اپنے خاندان کے ستر افراد کے لیے جگہ حاصل کرتا ہے''۔

جن خاندانوں کے بچے شہید ہو جاتے ہیں وہ معزز بن جاتے ہیں۔ قربان حسین نے کہا ''اب تو ہر کوئی میری عزت کرتا ہے کہ میں ایک شہید کا باپ ہوں۔ جب کسی گاؤں میں کوئی شہید ہوتا ہے تو اس سے دیگر والدین کو حوصلہ ملتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو جہاد میں شامل کراتے ہیں۔ یوں پورے گاؤں میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے''۔

شہداء کے خاندانوں کی کفالت کے لیے تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک تنظیم شہدائے اسلام فاؤنڈیشن کو جماعت اسلامی نے قائم کیا۔ اس تنظیم کا دعویٰ ہے کہ ۱۹۹۵ء سے لے کر اب تک اس نے پاکستان میں ۱۳ ملین روپے خرچ کیے ہیں۔

میں ایک خاندان سے ملنے ایک ایسے علاقے میں گئی جہاں نکاس کی نالیاں کھلی تھیں لیکن سیمنٹ سے بنا ہوا نیا مکان فاؤنڈیشن کی مدد سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس سے قبل یہ مکان گارے سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی پر مشتمل تھا۔ اس گھر کا ایک فرزند ظفر اقبال جب کشمیر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوا تو فاؤنڈیشن نے نہ صرف یہ کہ اس کے والد حبیب اقبال کا کافی سارا قرض ادا کیا بلکہ شہید کے والد کے لیے کاروبار کا انتظام بھی کیا۔ اب گاؤں میں ان کی اپنی دو دکانیں ہیں۔

ظفر اقبال شہید کا جنازہ کشمیر میں آٹھ ہزار افراد نے پڑھا۔ اس کی والدہ نے مسکراتے ہوئے نئے مکان کو دیکھا اور کہنے لگی ''اللہ ہماری مدد کر رہا ہے''۔ اس کے شوہر نے اپنے ۱۰ سالہ بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ انہیں بھی اللہ کے حوالے کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ مذکورہ بچہ سرکاری سکول میں پانچویں جماعت تک پڑھنے کے بعد دارالعلوم میں داخلہ لے گا وہاں اسے ذہنی اور جسمانی طور پر جہاد کے لیے تیار کیا جائے گا۔ میں نے بچے سے پوچھا کہ وہ بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ ''مجاہد'' اس نے جواب دیا۔

افغانستان سے تعلق

پاکستان میں جہادی کلچر فروغ پا رہا ہے۔ اس کے ڈانڈے ۱۹۸۰ء کے عشرے میں افغانستان میں شروع ہونے والی خانہ جنگی سے ملتے ہیں جب امریکیوں نے روسیوں سے لڑنے کے لیے مجاہدین کو تربیت دینا شروع کی۔ پاکستان کے ایک دانش ور اقبال احمد (مرحوم) نے کچھ عرصہ پہلے لکھا تھا:

> ''سوویت افواج ۱۹۸۹ء میں افغانستان سے واپس چلی گئیں لیکن جہاد کا جو تصور بیسویں صدی میں دھندلا چکا تھا وہ دوبارہ زندہ ہو گیا''۔

افغان مجاہدین کو مالی اور جنگی تربیت دے کر امریکہ نے وہ کچھ کیا جو آج اس کی سالمیت کے لیے خطرہ بنا ہوا ہے۔ اقبال احمد نے ۱۹۹۹ء میں لکھا:

> ''اسلحہ اور منشیات کے تاجروں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور وہ اس کا حصہ بن گئے اور خدا، بندوق اور سونے کے نام پر تجارت کرنے والے ایک غیر رسمی رشتے میں منسلک ہو گئے''۔

۱۹۸۰ء کے عشرے سے لے کر اب تک جہاد لاتعداد پاکستانیوں، عربوں اور افغانوں کا فلسفہ حیات بن چکا ہے۔ اسلحہ کی تجارت ویسے بھی منفعت بخش تھی کہ جہاد کشمیر نے جلتی پر تیل کا کام کر دیا۔ پاکستانی حکومت مداخلت کی بجائے تجاہل (عارفانہ) سے کام لے کر جہادی کلچر کو فروغ دے رہی ہے۔ اگرچہ حکومت مذہبی استحصال کے خطرناک مضمرات سے لوگوں کو متنبہ کر رہی ہے لیکن جنرل مشرف نے پاکستانی نوجوانوں کی تربیت اور انہیں جہاد پر بھیجنے کے سلسلے میں جہادی تنظیموں اور مدارس کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔

پاکستان میں فرقہ وارانہ تشدد کو ابھارے بغیر کشمیر کا جہاد فروغ نہیں پا سکتا کیونکہ دو تحریکیں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر مربوط ہیں یعنی ہندوؤں کے خلاف کشمیر میں جہاد اور پاکستان میں شیعوں کے خلاف جہاد کی تحریک۔ گزشتہ دس سالوں میں فرقہ پرست دہشت گردوں نے (سابق) وزیراعظم نواز شریف پر قاتلانہ حملے کے علاوہ ہزاروں پاکستانیوں کو قتل اور مجروح کیا ہے۔

مجیب الرحمٰن انقلابی نے بتایا کہ پاکستان میں سپاہ صحابہ کو دیوبندی مکتب فکر کے مدارس پر گہرا اثر و نفوذ حاصل ہے۔ ان کے مطابق دیوبندی مدارس جہاد کشمیر میں مصروف مجاہدین کی بڑی تعداد کو فکری تربیت فراہم کر رہے ہیں۔ پاکستان کے مشہور فرقہ پرست دہشت گرد ریاض بسرا نے مفروری کا زیادہ وقت ان افغان کیمپوں میں گزارا جہاں کشمیری مجاہدین کو تربیت دی جاتی تھی۔ نواز شریف پر قاتلانہ حملے کے الزام میں پکڑے جانے والے ملزموں کو حرکت المجاہدین نے افغان صوبہ خوست میں تربیت دی تھی۔ جون کے مہینے میں میری ملاقات سپاہ صحابہ کے ایسے سابق کارکنان سے ہوئی جو اس تنظیم کو چھوڑ کر جہاد کشمیر کے لے برسرپیکار تنظیموں میں شامل ہوئے تھے۔

جہادی تنظیموں کی تعداد کے بارے میں متضاد تخمینے سامنے آتے ہیں تاہم بہت سے امریکی، پاکستانی اور بھارتی ماہرین کا خیال ہے کہ ہزارہا تربیت یافتہ مجاہدین کسی بھی وقت کشمیر جانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ بھارتیوں کو یقین ہے کہ کشمیر کے اندر یہ تعداد ۲ سے ۴ ہزار تک ہے۔ ہندوستانی حکومت کا کہنا ہے کہ گزشتہ عرصے میں یہ مجاہدین زیادہ تربیت یافتہ اور پرتشدد بن گئے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اب وہ بندوق کی بجائے ریموٹ کنٹرول سے بموں کے دھماکے کرتے ہیں اور وائرلیس سسٹم کے ذریعے آپس میں مسلسل رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔ (مجھے وائرلیس سسٹم کے بارے میں علم دو مجاہدین کے والدین کے ذریعے ہوا جو ابھی ابھی مظفر آباد سے اپنے بیٹوں سے گفتگو کر کے آ رہے تھے)۔

مجاہدین کو ملنے والے اسلحہ اور تخریبی مواد کے ذرائع کسی کو معلوم نہیں۔ بھارتی حکام کہتے ہیں کہ اے۔ کے۔ ۴۷ قسم کی بندوقیں ۱۹ مختلف ممالک میں بنتی ہیں اور آتش گیر مادوں پر کوئی لیبل نہیں ہوتا جس سے بنانے والے ملک کی پہچان ہو۔

کشمیر میں برسرپیکار ایک پاکستانی تنظیم کے عہدیدار نے مجھے بتایا کہ کس طرح وہ جنگ میں

مصروف مجاہدین کو بسا اوقات خفیہ کارروائیوں پر مامور کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا:

''ہمارے لوگ دریائے راوی کے ذریعے آزاد جموں سے مقبوضہ جموں تیرتے ہوئے جاتے ہیں ایک عام مجاہد ۹ سے ۱۰ تک بھارتی سرحد پولیس والوں کو قتل کرتا ہے۔ پھر ہم اس مجاہد کو خوابیدہ (sleeper) بنا دیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ وہ جموں کے رہائشی علاقے میں مکان کرائے پر لیتا ہے اس کے بعد کوئی کام شروع کرتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ جموں کچھ عرصہ رہنے کے بعد عام طور پر یہ لوگ دہلی کا رخ کرتے ہیں جہاں وہ پنجابی ہندوؤں کا روپ دھار لیتے ہیں''۔

انہوں نے کہا کہ دہلی جانے والوں کی تعداد کا انحصار پاکستانی آئی ایس آئی کی مدد پر ہے۔ انہوں نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا:

''ہمارے لوگوں کی حرکت اس قدر سائنسی ہے کہ بھارتی ایجنسی ان کی بو تک نہیں سونگھ سکتی۔ جب وہ دہلی پہنچنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو وہ غریب کشمیری مسلمانوں کو ڈھونڈ کر انہیں ان کے آئینی حقوق کے بارے میں بتاتے ہیں۔ یہ کشمیری جو عام طور پر مزدور ہوتے ہیں آٹھ چارپائیوں پر مشتمل کمرے میں رہتے ہیں۔ ہر آٹھ گھنٹے بعد کام کی شفٹ تبدیل ہونے کے بعد نئے مزدور اس کمرے میں آرام کرنے آتے ہیں۔ یوں اس چھوٹے کمرے میں کل ۲۴ افراد رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ ہمارے لوگ ان غریب کشمیریوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان میں بعض کو اردو سکھاتے ہیں ان میں کچھ لوگ ہندو یا سکھ مذہب اختیار کر چکے ہوتے ہیں ہم ان کو مذہبی کتابیں دے کر انہیں دوبارہ مسلمان بنانے کی کوشش کرتے ہیں''۔

مذکورہ عہدیدار نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا:

''یہ کام بہت مشکل ہے کیونکہ دنیاوی ترغیبات تو ہر جگہ ہوتی ہیں۔ ان کشمیریوں کو بہت کم پیسوں میں نوجوان راجستھانی لڑکیاں اور شراب میسر ہو جاتی ہے۔ اس ماحول کو وہ جنت سمجھتے ہیں، اس لیے وہ کشمیر کی غربت میں واپس جانے کو تیار نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ

کشمیر کی مدد کریں، رقم کمائیں اور اس میں سے کچھ پیسے کشمیریوں کی مدد کے لیے بھی بھیجیں۔ بعینہ اس وقت جبکہ ہندو قوم پرست بابری مسجد کے احاطے میں مندر بنانے کا اعلان کر رہے تھے ہمارے خفیہ مجاہدین کشمیری مسلمانوں کو منظم کرنے میں مصروف تھے‘‘۔

جہاد یا دہشت گردی؟

پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کے بنیاد پرستوں کے بارے میں سخت رویے سے زیادہ ان کی حکومت کا ان عناصر سے تعلق نمایاں حقیقت ہے۔ امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی دہشت گردی کے بارے میں جاری ہونے والی حالیہ رپورٹ پاکستانی حکومت کے اس دعوے کو باطل قرار دے رہی ہے کہ وہ جہادی تنظیموں کو مادی مدد نہیں دے رہی۔ اگرچہ نجی محفلوں میں بعض پاکستانی حکام یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان جہادی تنظیموں کی کارروائیوں کے لیے سہولتیں ضرور فراہم کر رہا ہے جن میں کنٹرول لائن کے ذریعے بھارت کے زیر تسلط کشمیر میں داخل ہونا شامل ہے۔

اگر مشرف اعتدال پسند اسلام کو پاکستان کے مستقبل کا رہنما اصول بنانے میں واقعی سنجیدہ ہیں (جیسا کہ انہوں نے حالیہ نشری تقریر میں دعویٰ کیا ہے) تو انہیں اس حمایت سے دست کش ہونا پڑے گا۔ اب تک تو ایسا کرنے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا انہیں بنیاد پرست مدارس کو نصاب کی تبدیلی اور پرتشدد جہاد کی تبلیغ واشاعت کی روک تھام پر مجبور کرنا ہوگا۔ اگرچہ ان کی حکومت نے مدارس کے خلاف کارروائی شروع کی ہے لیکن میں جتنے بھی لوگوں سے ملی وہ حکومتی اصلاحات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بعض پاکستانی حکام نجی محفلوں میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ پاکستان کو مجاہدین کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ہندوستان کو باور کرایا جا سکے کہ کشمیر کا فوجی حل ممکن نہیں۔

کنٹرول لائن پر متعین ایک پاکستانی کمانڈر نے کہا کہ اگرچہ تعداد کے لحاظ سے ہندوستان کی روایتی افواج پاکستان سے کئی گنا زیادہ ہیں لیکن ان کے سپاہی ذہنی دباؤ کا شکار ہیں جس سے ان کا مورال گر رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دوسری طرف مجاہدین اپنے مبنی برحق موقف کے سبب مضبوط تر ارادے کے حامل نظر آ رہے ہیں۔ اگرچہ کنٹرول لائن پر متعین بھارتی افواج کے مقابلے میں مجاہدین کی تعداد کافی کم ہے

تاہم مقابلہ دوبدو ہوتو مجاہدین ان سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ بھارتی افواج کا مجاہدین سے خائف ہونے کا خیال نہ صرف مجاہدین بلکہ پاکستانی فوجی حلقوں میں بھی عام ہے۔

مشرف ان مجاہدین کو دہشت گردی کی بجائے آزادی کے جنگجو قرار دے کر مغرب کے اس رویے کو مسترد کرتے ہیں جس کے تحت وہ جہاد کو دہشت گردی سے خلط ملط کرتا ہے تاہم اس طرز استدلال میں کئی خامیاں ہیں۔ کشمیر میں دراندازی ابھی تک اس خطے پر بھارتی قبضے کے عزم میں کمی نہیں لاسکی ہے بلکہ پاکستان کی طرف ان کا رویہ سخت تر ہوتا جارہا ہے۔ بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی نے اس وقت تک مشرف سے ملنے سے انکار کردیا ہے جب تک پاکستان مجاہدین کے تشدد کو ختم نہیں کرتا۔

گزشتہ جون میں ایک پاکستانی افسر نے مجھے بتایا کہ بنیاد پرست جہاد کی غلط تعبیر پیش کرتے ہیں۔ ان صاحب کے مطابق اسلامی دانشوروں کی بڑی تعداد حضرت محمدؐ کی تعلیمات کی روشنی میں روحانی جہاد پر زور دیتے ہیں جس کے مطابق اللہ کے احکام کی پیروی ''جہاد اکبر'' اور قتال ''جہاد اصغر'' ہے۔ ایک دانشور تو یہاں تک کہتا ہے کہ قرآن کسی بھی صورت میں انسان کو قتل کرنے سے منع کرتا ہے۔

انسانی حقوق کی تنظیمیں کہتی ہیں کہ ۱۹۹۰ء کے اوائل سے شروع حملوں میں ہندوستانی افواج اور کشمیریوں دونوں نے شہری آبادی کو نشانہ بنایا ہے۔ بھارت کے مطابق متعدد پاکستانی جو پکڑے گئے ہیں یہ اعتراف کرچکے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کے اندر کارروائیاں کیں۔ ان کی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۳ء میں طفیل رشید راجپوت کو بمبئی کے مرکزی ریلوے اسٹیشن پر بم نصب کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا۔ ۱۹۹۷ء میں عبدالمتین کو حراست میں لے لیا گیا انہوں نے اقبال جرم کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۹۶ء میں جے پور سٹیڈیم میں دھماکہ اور اسی وقت آگرہ میں سویڈن کے ایک سیاح کا قتل انہوں نے کرایا تھا۔ متین نے یہ بھی انکشاف کیا کہ حرکت الانصار نامی تنظیم نے تاج محل آگرہ کو بم سے اڑانے کا منصوبہ بنایا تھا تاکہ اس کے ذریعے مسئلہ کشمیر کی طرف دنیا کی توجہ مبذول کرائے۔ حقوق انسانی کی تنظیموں نے اپنی رپورٹوں میں لکھا ہے کہ جہادی گروہ کشمیر میں بسوں، دوکانوں اور دوسرے مقامات کو بموں سے نشانہ بناتے ہیں۔

جب جہادی تنظیمیں نہتے لوگوں کو نشانہ بنائیں تو کیا یہ دہشت گردی ہے؟ اس سوال کا جواب ہے